Fikr-o-Nasar (Islamabad) 11:10 (1974)

داغستان میں جد وجہد آزادی

محمد حامد

کوہ قفقاز کے سلسلے میں واقع داغستان کا علاقہ انیسویں صدی کے تمام عرصے میں حریت پسند تحریک مریدیت کا مضبوط گڑھ رہا ہے۔ یوں تو اسلام کو ماننے والے کسی جگہ غیر مسلم اقتدار کو دل سے تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے اور شریعت کے احکام پر چلنے کا جذبہ ہمیں مسلمانوں کی چودہ صدیوں کی تاریخ میں مسلسل ملتا ہے لیکن داغستان میں (۱) تحریک مریدیت کے علمبرداروں نے جن میں ہمیں قاضی ملارحؒ (۲) امام شاملؒ (۳) اور

---

۱ - داغستان: آٹھویں صدی عیسوی میں مسلمانوں نے اس علاقے کو فتح کیا - آج بھی اس علاقے میں کئی جگہوں کے نام عرب ہیں جیسے عرب شاملی، عرب کاظم، ان جگہوں کے لوگ اونٹوں کو پالتے ہیں اور ان کے چہرے کے خدوخال بھی عربوں جیسے ہیں۔ اس علاقے میں شریعت کے احیاء کے لئے کئی کوششیں کی جاتی رہی ہیں - تحریک مریدیت ان سب میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے - یہ علاقہ بحیرۂ کسپین کے مغرب میں واقع ہے اور اس علاقے کو فتح کرنے کے لئے زار روس (۱۸۰۹-۱۸۳۴) نے خاصی کوششیں کیں لیکن اس علاقے پر کبھی بھی مکمل روسی تسلط نہیں ہوسکا۔

۲ - قاضی ملارحؒ (۱۷۹۳ - ۱۸۳۲) قاضی ملارحؒ غمری کے مقام پر پیدا ہوئے - وہ شعلہ نوا مقرر تھے اور گہری سیاسی بصیرت رکھتے تھے - انہوں نے ۱۸۲۹ء میں جہاد کا علم بلند کیا - شراب نوشی کے خلاف زبردست مہم چلائی اور روسیوں کے خلاف یکے بعد دیگرے کئی معرکوں کی رہنمائی کی - بالآخر ۱۸۳۲ء میں غمری کے مقام پر روسیوں کے خلاف جنگ لڑتے ہوئے میدان جنگ میں شہید ہوگئے - وہ سلسلۂ مریدیت کے پہلے امام تھے -

۳ - امام شاملؒ (۱۷۹۷ - ۱۸۷۱) : امام شاملؒ ، قاضی ملارحؒ کے بچپن کے ساتھی تھے ، غمری کے مقام پر پیدا ہوئے - وہ جسمانی اعتبار سے بے حد مضبوط تھے - پورے داغستان میں کوئی شخص شہسواری ، نیزہ بازی اور اسی طرح کی دوسری چیزوں میں ان کا مد مقابل نہ تھا - قاضی ملارحؒ کے ساتھ آخری معرکے میں جہاں وہ شہید ہوئے امام شاملؒ بھی شدید زخمی ہوگئے تھے اور ان کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی تھی لیکن وہ صحت یاب ہوگئے اور ایک بار پھر روسیوں کے خلاف سرگرم عمل ہوگئے - ان کی زندگی میں بچ نکلنے کے کئی حیران کن واقعات پیش آئے - ان کے مجاہدین کے ہاتھوں پانچ لاکھ روسی افواج ہلاک ہوئیں - ۱۸۵۹ء میں غونیب کے مقام پر شدید جنگ کے بعد ان کے ساتھیوں میں سے صرف پچاس مرید باقی رہ گئے - غونیب کے گاؤں والوں کو روسیوں کے مظالم سے بچانے کے لئے انہوں نے ہتیار ڈال دیئے تھے، بیریاٹنسکی نے جو کہ روسی کمانڈر تھا، امامؒ کو ان کی تلوار واپس کردی اور انہیں باعزت طور پر نظربند کردیا - وہ ۱۸۶۹ء تک کلپوگا کے مقام پر مقیم رہے - اگلے سال وہ حج کرنے کے لئے مکہ چلے گئے - ان کا انتقال ۴ فروری ۱۸۷۱ء کو مدینہ منورہ میں ہوا -

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad.
http://iri.iiu.edu.pk/

حاجی مرادرح(۴) کے نام خاص طور پر نمایاں نظر آتے ہیں اس جذبہ کو وہ شکل دی تھی کہ زار کی بڑی بڑی فوجیں ایک طویل عرصے تک سر ٹکرا کر پہاڑوں میں دم توڑتی رہیں لیکن داغستان کے مسلم عوام کو زیر نہ کر سکیں۔ ۵ لاکھ روسی افواج تقریباً پچاس سال تک کے عرصے میں پھیلی ہوئی ان مہمات میں تباہ ہوئیں - مشہور روسی ادیب ٹالسٹائی (۵)، لرمنٹوف(۶) اور پشکن (۷) تک ان کو خراج عقیدت پیش کئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان کی تصانیف میں پہاڑوں میں بسنے والے ان حریت پسندوں کے لئے تعریف کے الفاظ آج بھی مل سکتے ہیں۔ یہ ادیب روسی کلاسیکی ادب کی جان ہیں اور ان کے توسط سے کاکیشیا کے ان مجاہدین کی داستانیں روسی عوام تک پہنچی ہیں۔

مجاہدین کی بے دخلی۔

داغستان اور اس کے ملحقہ علاقوں کے مجاہدین انیسویں صدی میں

۴۔ حاجی مراد رح کی شہادت ۲۴ اپریل ۱۸۵۲ء - حاجی مراد رح تحریک مریدیت کے اہم رہنماؤں میں سے ایک تھے۔ انہوں نے ہنگامہ خیز زندگی گزاری۔ امام شامل رح کے انتہائی معتمد علیہ لوگوں میں سے ایک تھے۔ روسی داغستان کے دارالخلافہ تیمر خان شورا پر زبردست حملہ کیا اور رات کی تاریکی میں گھوڑوں کے سموں کو الٹا کرکے بھاگنے میں کامیاب ہوگئے۔ ان کے بارے میں ایک روسی جرنیل لکھتا ہے ''چھوٹے حملوں اور گوریلا کارروائیوں میں ان کی رہنمائی کے جوہر نمایاں ہوتے تھے۔ چار یا پانچ سو گھوڑ سواروں سمیت وہ اچانک ہماری فوجوں کے عقب میں آن پہنچتے۔ آج پچاس کل ساٹھ ستر میل دور کسی مقام پر ظاہر ہونا، بھگدڑ مچاکر صاف بچ نکلنا ان کے لئے معمولی بات تھی۔ ان کے نام کا دبدبہ اور دہشت اسقدر تھی کہ ایک بار بیس پچیس مریدوں نے پندرہ سو کی تعداد میں روسی فوج کو حاجی مراد کے نعرے لگاکر بھگا دیا تھا۔ اپنے تین چار ساتھیوں کے ساتھ محصور ہوکر انہوں نے آخری دم تک لڑتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

۵۔ ٹالسٹائی شہرۂ آفاق ناول وار اینڈ پیس (War & Peace) کا مصنف ٹالسٹائی کاکیشیا میں مجاہدین کے خلاف جنگوں میں لڑتا رہا تھا۔ اس نے ''دی کاسکز،، The Cosacks بھی لکھی جو اس کے جنگوں کے تجربات اور کاسک کالونیوں کے ماحول کے بارے میں تھی۔ اس نے حاجی مراد رح کے بارے میں بھی ایک طویل کہانی لکھی ہے۔

۶۔ لرمنٹوف۔ مشہور روسی مصنف اور شاعر نے امام شامل رح کے بارے میں اپنی کتاب ''A Hero of our Times،، میں ذکر کیا ہے۔ وہ خود بھی جرنل فریٹگ کے ہمراہ کئی معرکوں میں شریک رہا ہے۔ اس نے اسماعیل بے نامی نظم میں مجاہدین کی خاصی تعریف کی ہے۔

۷۔ پشکن مشہور روسی مصنف اور شاعر نے اپنے اشعار میں جگہ جگہ داغستان اور کاکیشیا کے مجاہدین کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ روسی کلاسیکی ادب کے سبھی مصنف ان مجاہدین کے لئے رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

مظالم کا نشانہ بارہا بنتے رہے۔ ۱۸٦۱ء سے لےکر ۱۸٦۴ء تک مغربی علاقے کے مسلمان ۵ لاکھ کی تعداد میں ترکی میں دھکیل دئیے گئے۔ ان میں سے نصف سے زیادہ راستے کی صعوبتوں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہو گئے۔ روس کے ایک نیم سرکاری رسالے تک نے اعتراف کیا ھے کہ انسانیت کی تمام تاریخ میں بہت کم ایسے واقعات ملیں گے جنمیں اتنے بڑے پیمانے پر انسانوں نے دکھ اور مصائب اٹھائے ہوں۔ یہ صورت حال انیسویں صدی ھی میں نہیں، سویٹ دور حکومت میں بھی بدستور قائم رہی۔ ان پہاڑوں سے نکالے جانے کا کام بدستور جاری رہا بلکہ شاید پہلے سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ جاری رہا۔ پہاڑوں میں رہنے والے اپنی آزادی کو زیادہ اچھی طرح برقرار رکھ سکتے ھیں اور میدانوں کی نسبت اچھی طرح دفاع کر سکتے ھیں یہی وجہ ھے کہ ان مجاھدین کو پہاڑوں سے نکالنے کی مسلسل کوششیں جاری رہیں۔

روسی مہمات

یوں تو پیٹراعظم (۸) کے دور ھی سے داغستان کے عوام نے روسی سلطنت کو کبھی تسلیم نہیں کیا تھا لیکن ۱۸۱۸ء کے بعد روسیوں کے خلاف مزاحمت ایک نئے دور میں داحل ہو گئی۔ اس سال جنرل یرملوف(۹) نے اس علاقے میں ایک قعلے کی تعمیر کی اور اسے ''ناقابل تسخیر،، کا نام دیا۔

۸۔ پیٹر اعظم روس کا مشہور حکمران کاکیشیا کو فتح کرنے کے ارادے سے آیا اور دربند پہنچا لیکن یہاں ترکی کی طرف سے ایک سفارت کے کہنے پر وہ ایک دن کے اندر اندر دربند چھوڑ کر چلا گیا۔ پیٹر اعظم روس کی تاریخ میں خاصا اھم مقام رکھتا ہے۔ موجودہ روسی حکمران بھی اسے اچھے الفاظ سے یاد کرتے ھیں۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے روس کو یورپی تہذیب میں رنگا وہ اپنے ظلم و تشدد کی وجہ سے بھی شہرت رکھتا ہے۔ پیٹرو سوک کا قصبہ اسی کے نام پر آباد کیا گیا تھا۔ یہ جگہ بھی اسی کی تجویز کردہ تھی۔ اسی نے پیٹرز برگ (موجودہ لینن گراڈ) کا شہر بنوایا جس کی تعمیر کے دوران دو لاکھ افراد ھلاک ہوئے۔

۹۔ یرملوف: کاکیشیا اور جارجیا کا کمانڈر انچیف تھا۔ وہ انتہائی سفاک تھا اور داغستان میں اس کے ظلم و ستم کی داستانیں اب تک مشہور ھیں۔ وہ کاکیشیا کو روس کا حصہ بنانا چاھتا تھا۔ وہ ایران میں روس کا سفیر بھی تھا اور اس نے سفارت کے فرائض بھی بڑی اچھی طرح انجام دئیے۔ یرملوف کاکیشیا کی تاریخ کا انتہائی اھم کردار ہے۔ اسی کے بارے میں ایک شاعر نے کہا تھا کہ پہاڑو! سرنگوں ھو جاؤ یرملوف آرھا ہے۔

گروزنی کا یہ قلعہ یرملوف کے سیاسی پروگرام کا ایک اہم جزو تھا۔ اس پروگرام کی وضاحت اس نے ان الفاظ میں کی تھی ''میں چاھتا ھوں کہ میرے نام کی دھشت روسی قلعوں کے طویل سلسلے سے بڑھ کر روسی سرحدوں کی حفاظت کی ضامن ھو۔ مقامی افراد اس نام سے موت سے زیادہ خوف زدہ ھوں اور میرا ایک ایک لفظ ان کے لئے قانون کی حیثیت رکھے،،۔ گروزنی کا قلعہ یرملوف کا ھیڈ کوارٹر تھا۔ یہیں سے لاتعداد روسی سہمات روانہ ھوتی رھیں۔ نئی چوکیوں کے قیام، محصور قلعوں کی امداد اور شکست خوردہ روسی افواج کی مدد کے لئے یہیں سے تمام کاروائیاں کی جاتی تھیں روسی سہمات کا سب سے زیادہ زور ۱۸۴۰ء میں رھا۔ اس زمانے میں امام شامل رح نے اپنے گوریلا دستوں کی مدد سے روسی افواج کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ امام رح کے توپخانے نے گروزنی پر بھی گولہ باری کی۔ ۱۹۰۷-۱۹۰۵ء میں امام شامل رح کی شکست کے بعد وقتی طور پر روسیوں کو اس علاقے میں داخل اندازی کرنے کا موقع ملا لیکن تمیر خان شورایا(۱۰) دوتین بڑے قصبوں کے علاوہ وہ کہیں بھی اپنا اقتدار تسلیم نہیں کروا سکے۔

روسی حکومت کے ارباب اقتدار یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ جن لوگوں نے زار کے دور میں اطاعت قبول نہیں کی تھی وہ سویٹ حکمرانوں کے ھاتھ اپنی آزادی کو فروخت کرنے کے لئے کسی طرح تیار نہیں ھو سکیں گے۔ یہی وجہ ھے کہ انہیں نہ صرف یہ کہ اپنے علاقوں سے ھجرت پر مجبور کیا گیا اور دوسری طرف دیگر روسی قومیتوں کو ان کی جگہ آباد کیا گیا تاکہ یہ علاقہ وفادار رھے۔ ۱۸۶۵ء میں تقریباً چالیس ھزار کی تعداد میں مسلمان جو کہ شمالی داغستان کی کل آبادی کا پانچواں حصہ تھے ترکی کو روانہ کر دئیے گئے۔ ۱۸۷۷ء میں روس اور ترکی کی جنگ کے بعد

۱۰۔ تیمر خاں شورا یہ چھوٹا قصبہ روسیوں کا اھم قلعہ رھا ہے۔ اسے امام شامل رح کی فوجوں نے محصور کرلیا تھا۔ حاجی مراد رح نے یہاں پر ایک زبردست حملہ کیا تھا۔ امام شامل رح نظربند ھونے کے بعد سب سے پہلے یہاں بھجوائے گئے تھے۔

ان علاقوں میں جدوجہد آزادی کے شعلے نئے سرے سے بھڑک اٹھے۔ ۱۸۸۶ء میں یہ جدوجہد پورے زوروں پر تھی۔ ۱۸۹۴ء میں مزید افراد ترکی ھجرت کر جانے کے لئے پر تول رہے تھے۔ چالیس ہزار عوام کی ھجرت کے باوجود اس جدوجہد میں کسی طرح کی کمی نہیں ہوئی۔ مسلم عوام میں آبادی میں اضافے کی شرح کا تناسب زیادہ ہونے کی وجہ سے یہ کمی کافی حد تک پوری ہوچکی تھی۔ روسی آبادی میں اضافے کی شرح ان سے کئی درجہ کم تھی۔ اس طرح شرح پیدائش میں اضافہ مسلم عوام کی جدوجہد آزادی کے لئے معاون ثابت ہو رہا تھا۔ روسی بجا طور پر اس صورت حال سے پریشان تھے۔

اکتوبر کے انقلاب کے بعد اس علاقے میں آزادی کا جذبہ اور بھی زیادہ بڑھ گیا تھا۔ شیخ اذن حاجی ان کے امام اور شمالی کاکیشیا کے امیر منتخب کرلئے گئے تھے۔ بالشویک لوگوں نے انہیں ہٹانے کی کوشش کی لیکن اس کے اثرات ان کے حق میں اچھے ثابت نہیں ہوئے۔ اس علاقے کے مسلم عوام نے روسی آباد کاروں کے خلاف جدوجہد اور تیز کردی۔ ان پر آئے دن چھاپے مارے جاتے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان کا جینا حرام کر دیا گیا۔ روسی آباد کاروں نے اپنی شکایات ماسکو پہنچائیں۔ ایک کمیشن اس علاقہ میں آیا اور وقتی طور پر صورت حال کسی حد تک پرامن ہوگئی لیکن مسلم عوام کے جذبہ حریت کو کسی طرح دبایا نہیں جا سکا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس چھوٹے سے علاقے میں ۱۹۳۱ء میں دوہزار چھ سو پچھتر مسجدیں اور عربی مدارس تھے، بارہ سو پچاس عالم اور چونتیس شیوخ اس کے علاوہ تھے۔ دوسو پچاس مذہبی رہنما موجود تھے۔ ان علماء، شیوخ اور مذہبی رہنماؤں نے اپنی عدالتیں تک قائم کر رکھی تھیں اگرچہ انہیں بظاہر مصالحتی اداروں کا نام دیا ہوا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلم عوام نے روسی اقتدار کو قطعی طور پر تسلیم نہیں کیا تھا اور وہ احکام شریعت کے نفاذ کے لئے اپنی جدوجہد نئے انداز میں جاری رکھے ہوئے تھے۔ یہ تصور کہ

کوئی نجات دھندہ یا امام آئے گا جو کہ شریعت کا نفاذ کرے گا ہمیشہ سے مسلم عوام میں رہا ہے۔ سید احمد شہید رح کی تحریک بالاکوٹ میں شہادت کی منزلوں سے گذرنے کے باوجود ہمیشہ یہ توقع لئے رہی کہ سید صاحب دوبارہ ظہور پذیر ہوں گے یا یہ کہ وہ شہید نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں۔ (۱۱) اسی قسم کی صورت حال داغستان میں بھی تھی۔ کنتا حاجی رح نام کی اہم شخصیت ۱۸۶۴ء اور ۱۸۷۷ء میں جہاد آزادی کی رہنمائی کر رہی تھی۔ یہ افواہ مشہور ہوگئی تھی کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں وہ داغستان جلد واپس آجائیں گے اور شریعت کو دوبارہ رائج کریں گے۔ اسلام کا جذبہ اس حد تک بیدار تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی روسی استادوں کی خلاف اسلام باتوں کو کسی صورت برداشت نہیں کرتے تھے۔ کئی اساتذہ کو اسلام پر تنقید کرنے کی وجہ سے سکولوں کو خیر باد کہنا پڑا۔ موسم سرما میں روسی لامذہب اداروں میں انہیں جو کچھ پڑھایا جاتا ،موسم گرما کی تعطیلات کے دوران دینی مدارس اس کا ازالہ کردیا کرتے۔ کمیونسٹ یوتھ لیگ کے ارکان تک مذہب کے اثرات کو ختم کرنے کے بجائے خود مسجدوں میں نمازیں پڑھنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ اس علاقے میں روسی اثرات کسی صورت بھی پھیلنے میں کامیاب نہ ہو سکتے لیکن گروزنی میں تیل کے ذخائر کی وجہ سے روسی اثرات یہاں دخل اندازی کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

گروزنی

تیل کا یہ اہم مرکز جو آج روس کے چند اہم مراکز میں شمار ہوتا ہے ،گروزنی کے چھوٹے سے قلعے سے پھیل کر ایک بہت بڑا شہر بن گیا ہے۔ روس کے تمام نقشوں میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ۱۹۳۹ء میں اس شہر کی آبادی پونے دولاکھ کے لگ بھگ تھی یاد رہے کہ ۱۸۹۰ء میں یہاں کی آبادی صرف چھ ہزار تھی۔ اسوقت اس کی آبادی دو لاکھ سے زیادہ ہے۔ یہ کہنا

۱۱۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے سید احمد شہیدرح از غلام رسول مہر۔

لا حاصل ہے کہ مقامی افراد اس نئے شہر کی آبادی میں اہم مقام حاصل نہیں کرسکتے تھے۔ تیل کی صنعت میں مقامی افراد کا تناسب صرف دس فیصد رہا ہے۔ گروزنی کے بارے میں ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ دیگر شہروں کی طرح نئی سویٹ حکومت کے آنے کے بعد اس کے نام میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ اس شہر کے ساتھ زار کے دور کی بہت سی روایات وابستہ تھیں لیکن اس کے باوجود اس کا نام وہی رہنے دیا گیا۔ جو کام جنرل یرملوف اپنی فوجوں کی قوت اور قلعوں سے سر انجام نہ دے سکا تھا جس کی تکمیل کے لئے اس کے نام کی دہشت بھی کسی کام نہ آسکی تھی، نئے صنعتی نظام اور تیل کے چشموں نے اسے انجام دے دیا تھا۔ گروزنی کے تیل کے چشموں کی وجہ سے مقامی افراد کی وہ بے دخلی جو کہ زار کے دور سے شروع ہوئی تھی نئی حکومت کے پولیس افسروں نے اس کی تکمیل کر دی۔ ہزاروں کی تعداد میں افراد مال اسباب سمیت اپنے آبائی گھروں سے نکال دئیے گئے۔ ان پر جرمن فوج کی امداد کا الزام لگایا گیا تھا لیکن یہ بات محل نظر ہے کہ اصل وجہ جرمن فوج کی امداد تھی یا گروزنی کے تیل کے چشموں کی حفاظت تھی۔ اگر گروزنی سے تیل نہ نکلتا تو شاید مقامی افراد کو اس انداز سے گھروں سے نہ نکالا جاتا۔ چھوٹی قومیتوں کو تیل کے چشموں کے نکلتے ہی شدید خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لاطینی امریکہ ہو مشرق وسطیٰ ہو یا روس ہر جگہ بڑی طاقتیں تیل کے چشموں کے علاقوں کو اپنے قبضہ میں لینے کے لئے ہر ممکن اقدام کرنے کے لئے تیار ہوجاتی ہیں۔ اور اس طرح چھوٹی قومیتوں اور قبائل کے لئے خاصی خطرناک صورت حال پیدا ہو سکتی ہے۔

داغستان کے بڑے بڑے قبائل اپنی جگہ سے دور بسائے جا چکے تھے۔ وہ پہاڑ جو صدیوں سے ان کے مسکن تھے اور جہاں انھوں نے زار کی بڑی بڑی فوجوں کو ناکوں چنے چبوائے تھے اب خالی کرائے جا چکے تھے اور روسی انھیں اپنے مقاصد کے لئے استعمال کر رہے تھے۔ انھیں نازیوں کے خلاف استعمال

کیا گیا تھا اور انہیں تمغوں اور خطابوں کے ذریعے نوازا گیا۔ ایک طرف تو ان کی یہ عزت افزائی کی جارہی تھی اور دوسری طرف شمالی کاکیشیا کی تمام تاریخ کو مسخ کر کے نئے سرے سے لکھا جارہا تھا۔ وہ افراد جو سویٹ اقتدار کے چڑھتے سورج کی پوجا کرتے رہے تھے انہیں بطل حریت ظاہر کیا گیا تھا اور آزادی کے حقیقی علمبرداروں کو غدار اور اسی طرح کے الفاظ سے یاد کیا گیا تھا۔

صوبہ کراشے توڑ دیا گیا۔

مغربی کاکیشیا میں رہنے والے کراشے قوم کے افراد نے بھی مشرقی کاکیشیا اور داغستان میں رہنے والوں کی طرح انیسویں صدی میں کاسک (١٢) کالونیوں کی وجہ سے خاصی تکالیف اٹھائی تھیں۔ کاسک کالونیوں کی وجہ سے انہیں پہاڑوں میں دھکیل دیا گیا تھا۔ یہاں پتھریلی چٹانوں میں انہیں خاصی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں تھیں انہیں محض بھیڑ بکریوں پر گذارہ کرنا پڑا تھا۔ دوسری جنگ عظیم سے پہلے سویٹ حکومت نے انہیں دوبارہ میدانوں میں آباد کرنے کا سوچا۔ کراشے کے افراد اپنے صوبے میں واضح اکثریت رکھتے تھے۔ ١٩٢٦ء میں روسیوں کی تعداد ١٧ فیصد اور یوکرائن کے لوگ کل آبادی کا ٣٣ فی صد تھے۔ روسی حکومت کے اپنے مفادات کو اس صوبے کے توڑے جانے سے کوئی نقصان نہ پہنچتا تھا بلکہ الٹا جارجین قوم کو اس سے فائدہ پہنچایا جا سکتا تھا۔ چنانچہ کراشے کے صوبے کو دو حصوں میں

---

١٢ - کاسک کالونیاں کاکیشیا اور روس کی سرحدوں کے درمیان کاسک قبائل نے جو کہ روسیوں کے حلیف تھے اپنی آبادیاں بنا رکھی تھیں۔ یہ لوگ جنگجو اور زراعت پیشہ تھے۔ زار نے ان آبادیوں کو باقاعدہ قلعوں کی صورت دے کر ایک کاسک لائن بنادی تھی جس کی لمبائی چارسو ساٹھ میل تھی۔ یہ لوگ کاکیشیا میں لڑنے والی روسی افواج کے همراہ رہتے اور ان کے لئے بارڈر فورس کا کام دیا کرتے تھے۔ انہی قبائل پر مشتمل ٢٢ هزار کی تعداد میں فوج هندوستان پر حملہ کرنے کے لئے بھیجی گئی تھی ١٨٠١ء میں پال کی وفات پر (جس کے حکم پر یہ فوج بھیجی گئی تھی) یہ فوج والگا کے قریب پہنچی تھی وهیں سے یہ واپس هوگئی۔ کاسک افواج کا قاضی ملارحد سے بھی مقابلہ پیش آیا جنہوں نے ان افواج کو شکست دی۔

تقسیم کر دیا گیا ۔ شمالی حصه روس کے صوبے سٹاوروپول میں اور جنوبی حصه جس میں اس صوبے کا صدر مقام کلخوری بھی تھا جارجیا میں شامل کر دیا گیا اس تقسیم کی وجه سے جارجیا(١٣) کو مزید باره سو میل کا رقبه مل گیا ۔ علاوه ازیں جارجیا کی سرحدیں پہلی بار کاکیشیا کے شمال تک جا پہنچیں ۔ جہاں ایک طرف کراشے کا صوبه محض اسوجه سے توڑ دیا گیا تھا که یہاں کے رہنے والوں میں خوئے غلامی پخته تر نہیں هوئی تھی وهاں اوسطین قوم کو الگ ریپبلک کا درجه محض اس لئے دیا گیا که انھوں نے زار اور سویٹ دور میں روسیوں کا ساتھ دیا تھا ١٩٤٤ء میں تین اضلاع شمالی اوسطین کی ریپبلک میں شامل کردئے گئے ۔ اس طرح اس صوبے کا رقبه ٢ هزار تین سو نوے مربع میل سے بڑھ کر تین هزار دوسو پچاس مربع میل تک بڑھ گیا ۔ یہی نہیں اس صوبے کے صدر مقام ولاڈی قفقاز کا نام اوسطینی زبان میں ''ضوضکاؤ،، رکھ دیا گیا ۔ نام تبدیل کرنے سے اس شہر کی ماهیت پر کوئی اثر نہیں پڑا ۔ ولاڈی قفقاز کا مفہوم قفقاز یعنی ''کاکیشیس،، کا حکمران تھا ۔ یه وه مرکز تھا جہاں سے روسی حکمران قفقاز (کاکیشیس) کے بلند وبالا پہاڑوں میں رہنے والوں پر اپنا اثر و رسوخ قائم رکھنے کی کوشش کیا کرتے تھے ۔ زار کے عہد اور سویٹ دور دونوں میں یه صورت حال جوں کی توں رهی ۔

سرکیشیا کے لوگ ۔

سویٹ حکومت نے جہاں کاکیشیا میں جگه جگه نئے انتظامی یونٹ بنائے صوبوں کی سرحدوں کو نئے سرے سے متعین کیا اور مختلف اقوام کے افراد کو

---

١٣ ۔ جارجیا بارهویں صدی عیسوی میں جارجیا ایک عظیم ملک بن چکا تھا ۔ ملکه تمارا (١١٨٤-١٢١٢) کے احکام کاکیشیا تک میں مانے جاتے تھے لیکن تیرهویں اور چودهویں صدی میں منگول اور تاتار حملوں کی وجه سے یه سلطنت پاره پاره هوگئی ۔ یه علاقه ترکوں کے هاتھ میں چلا گیا تھا لیکن ١٧٧٤ء میں یه دوباره روس کے زیر انتظام آگیا ۔ سٹالن اور بیریا دونوں جارجیا کے رہنے والے تھے ۔ جارجیا میں رہنے والوں کی زیاده تعداد عیسائی تھی یہی وجه تھی که جارجین قوم نے همیشه داغستانیوں کی مخالفت کی اور دوسری طرف روسی افواج جارجین قوم کی حمایت کرتی رهیں ۔

سیاسی اهمیت کے اعتبار سے تقسیم اور جمع کیا وهاں اس تمام تقسیم اور جمع بندی کے عمل میں ایک اهم بات پیش نظر رکھی گئی اور وہ یہ کہ وفادار اور غیر وفادار قبائل کی حدیں اسطرح متعین کی گئیں کہ بحیثیت مجموعی سویٹ حکومت کے لئے ان تمام علاقوں پر اپنی گرفت مضبوط رکھی جا سکے۔ روسی اور دیگر وفادار اقوام کو ان قبائل میں لیجا کر بسایا گیا اور اس طرح ان علاقوں کو مختلف حیلوں بہانوں سے زیر نگیں رکھنے کی هر ممکن کوشش کی گئی۔ روس نے کالونیوں کا جو نظام داغستان اور کاکیشیا کے دوسرے علاقوں میں قائم کیا وہ شاید دنیا میں کئی اعتبار سے یکتا نظام کی حیثیت رکھتا ھے۔ سرکیشیا (۱۴) کے رهنے والے بھی اس کلیے سے مستثنیٰ نہیں تھے۔ انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ شمالی کاکیشیا کے مغربی علاقوں میں کاکیشیں پہاڑ کے دامن میں چرکیس صوبہ اور کیوبہ کے میدان میں ادیگی صوبہ بنایا گیا۔ ان دونوں صوبوں کی سرحدیں روسی علاقوں سے ملحق تھیں۔ جان بوجھ کر ایسا کیا گیا تاکہ یہ مستقل طور پر روسی دائرہ اثر میں رهیں۔ ادیگی صوبہ کا صدر مقام میکاپ، باکو اور گروزنی کے بعد روس میں تیل کا سب سے بڑا منبع تھا۔ اس صوبے میں مقامی افراد اقلیت میں تھے۔ اسی سے روسی حدبندیوں کے نظام کا اندازہ لگایا جا سکتا ھے۔ یہی حال دوسرے صوبے چرکیس کا تھا۔ یہاں بھی روسی اور یوکرائن کے افراد کل آبادی کا نصف تھے۔ سرکیشیا کے لوگ زار کے دور حکومت میں اپنے علاقوں سے نکال دئیے گئے تھے۔ انیسویں صدی میں امام شامل رح کی شکست کے بعد ان لوگوں کو اپنے آبائی گھروں سے هجرت کرنی پڑی تھی اور آج ان کے اخلاف ترکی، فلسطین، شام اور اردن کے علاقوں میں موجود هیں۔ ترکی میں یہ لوگ بڑی حد تک مقامی آبادی کے ساتھ گھل مل گئے هیں لیکن عرب علاقوں میں آج بھی انہوں

---

۱۴ - سرکیشیا اس علاقہ کا دوسرا نام چرکیس ہے۔ شیخ منصور کی قیادت میں جنہیں امام شامل رح کا پیش رو کہا جاسکتا ہے اس علاقے کے لوگوں نے روسیوں کے خلاف جہاد کیا۔

نے اپنی انفرادیت کو برقرار رکھا ھے۔ فلسطین میں انھوں نے اپنی زبان اور اپنے رسوم و رواج تک کو نہیں چھوڑا اور وہ عربوں میں شادی نہیں کرتے۔ اردن میں بھی انھوں نے اپنی انفرادیت کو برقرار رکھا ھے۔ سرکیشیا کے رہنے والوں نے زار کے دور میں آزادی کی جو جدوجہد کی تھی اس کا تاوان ان کی آنے والی نسلوں تک کو ادا کرنا پڑا۔ لیکن اس کے باوجود ان بہادر افراد میں حریت کے جذبات کو کسی طرح دبایا نہیں جاسکا۔

داغستان کا صوبہ۔

داغستان کے علاقے میں روسیوں نے ایک بڑے عرصہ تک فوجی کاروائیاں کیں لیکن یہ اس علاقے کو کبھی بھی لمبے عرصے تک زیر نگیں نہیں رکھ سکے۔ روسیوں کا اقتدار زیادہ تر دو تین بڑے شہروں تک ھی محدود رہا ھے۔ روس میں یہ واحد صوبہ ھے جس کا نام قومیت کے بجائے علاقے کے نام پر ھے۔

داغستان کا علاقہ اس اعتبار سے دنیا میں منفرد حیثیت رکھتا ھے کہ یہاں کے دس لاکھ افراد بتیس مختلف قبائل سے تعلق رکھتے ھیں۔ یہ واضح رھے کہ کل رقبہ (١٥) صرف چودہ ھزار چھ سو مربع میل ھے۔ سویٹ حکومت نے زبان اور قومیتوں کا مسئلہ کھڑا کرنے کی کوشش کی مگر وہ اس میں ناکام رھے۔ داغستانی قوم اسلام کے جھنڈے تلے متحد رھی ھے اور متحد رھے گی اور یہی وجہ ھے کہ انھوں نے کبھی بھی غیروں کی غلامی قبول نہیں کی۔ زار کے دور حکومت میں داغستان کے علاقوں میں روسی مداخلت ادھوری رھی۔ معاھدہ گلستان کی رو سے جو ١٨١٣ء میں روس اور ایران کے درمیان ھوا تھا یہ علاقہ روسیوں کے پاس تھا لیکن ١٨٥٩ء تک داغستان میں روسیوں کا عمل دخل قطعی طور پر نہیں ھو سکا۔ امام شامل رحؒ اور ان کے پیشروؤں کی

---

١٥ - اب حال ھی میں سویٹ مورخین نے امام شامل رحؒ کے بارے میں دوبارہ موافق رویہ اختیار کرلیا ہے۔ اس طرح ایک صدی کے اندر اندر تاریخ دانوں نے دوبارہ اپنے موقف کو بدلا ہے۔ تحریک مریدیت کے بارے میں مواد اور کتابیں نئے سرے سے منظر عام پر آنے لگی ھیں۔

قیادت میں داغستانیوں نے روسی افواج کو بھاری جانی نقصانات پہنچائے اور داغستان کے بلند و بالا پہاڑ روسی افواج کا مرگھٹ بنے رہے۔ ۱۸۰۹ء میں امام شامل رحہ کی شکست کے بعد بھی اس علاقے میں روسیوں نے عمل دخل مناسب نہیں سمجھا اور انہیں اپنے حال پر چھوڑے رکھا۔ روسی زیادہ تر تمیر خان شوار دربند اور پیٹروسک کے شہروں تک ھی محدود رہے۔ ان قبائل پر روسی تہذیب کو مسلط کرنے کی بے جان سی کوششیں کی گئیں۔ ۱۹۱۳ء تک یہاں صرف چون روسی سکول تھے جبکہ یہاں آٹھ سو مذہبی مدارس موجود تھے جو عربی زبان، قرآن حکیم اور شریعت کے احکام کی تعلیم دیتے تھے۔ ۱۹۱۷ء میں روسی سکول بالکل بند کر دئے گئے اور ان تمام علاقوں میں روسی زبان کی بجائے عربی کو دفتری زبان بنا لیا گیا تھا۔ بالشویک انقلاب آنے کے باوجود صورت حال میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔ بالشویک افراد کو اس پہاڑی علاقے میں قدم جمانے میں بڑی حد تک ناکامی رہی۔

اس علاقے میں اثر و رسوخ جمانے کے لئے سٹالن خود نومبر ۱۹۲۰ء میں تمیر خان شورا گیا۔ اور داغستان کے علاقے کی خودمختاری کا اعلان کیا۔ یہ بات بڑی عجیب نظر آتی ھے لیکن یہ حقیقت ھے کہ سٹالن نے تمیر خان شورا میں داغستانیوں کے ایک منتخب اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شریعت کا مکمل احترام کیا جائے گا۔ داغستان کے افراد کو اپنے طرز زندگی کے مطابق رھنے کا مکمل اختیار حاصل ھوگا۔ اس نے کہا ''ھمیں معلوم ھوا ھے کہ داغستان کے عوام کے نزدیک شریعت کی اھمیت بہت زیادہ ھے۔ ھمیں یہ بھی پتہ چلا ھے کہ ھمارے دشمن یہ افواھیں پھیلا رھے ھیں کہ سویٹ حکومت شریعت کو ختم کردے گی۔ میں ان تمام افواھوں کی تردید کرتا ھوں۔ سویٹ حکومت شریعت کو روس میں رھنے والے دوسرے افراد کے مقامی قوانین کی طرح پوری اھمیت دیتی ھے اور مقامی افراد کو اس پر چلنے کے لئے کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ھوگی۔ اگر داغستان کے عوام کی یہی خواھش ھے تو

ان کے قوانین اور تمام رسوم جوں کی توں موجود رہیں گی،،۔ سٹالن کے اس اعلان نے مقامی افراد کے دل میں یہ بات بٹھا دی کہ سویٹ حکومت شریعت کی مخالفت نہیں کرنا چاھتی۔ داغستانی افراد کو اس بات کا قطعی علم نہ تھا کہ تیمر خان شورا میں آمد سے ایک ماہ پہلے سٹالن داغستان کے بارے میں اپنی پالیسی کا اعلان کرچکا ھے۔ پرودا کی ۱۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء کی اشاعت میں سٹالن نے لکھا تھا کہ داغستان میں مذھبی تعصبات کو براہ راست ختم کرنے کے بجائے بالواسطہ طور پر ختم کرنا چاھئیے اور محتاط انداز سے پیش قدمی کرنا چاھئیے۔ انہیں آھستہ آھستہ روسی انداز فکر کے مطابق ڈھالنے کا کام کرنا چاھئیے۔ سٹالن داغستان کو کچھ عرصے کی مہلت دینا چاھتا تھا لیکن طویل عرصے تک صورت حال کو جوں کا توں رکھنے کا سوال ھی نہیں پیدا ھوتا تھا۔ چونکہ داغستان کے عوام کو سٹالن کے اصل عزایم کا علم نہیں تھا اسلئے روسیوں کے خلاف مزاحمت وقتی طور پر کافی کم ھوگئی۔ امام نظم‌الدین گوٹنسنسکی (جنھوں نے امام شامل رح کی دعوت کو نئے سرے سے شروع کیا ھوا تھا) کی کوششوں کو خاصا دھچکا لگا۔ ۱۹۲۲ء تک روسیوں کے خلاف مزاحمت ختم ھوچکی تھی اور شریعت کے احکام کے لئے ایک کمیٹی کا تقرر بھی ھو چکا تھا جسکی صدارت علی حاجی اکوشنسکی کے سپرد تھی۔

داغستان میں سویٹ اقتدار کے قائم ھونے کے وقت چالیس ھزار افراد ایسے تھے جنھیں مجاھدین کہا جاسکتا تھا۔ ان میں ملا، قاضی، شیوخ بھی شامل تھے۔ اتنی بڑی تعداد کو اپنا مخالف بنا لینا روسیوں کی حکمت عملی کے خلاف تھا۔ کمیونسٹ پارٹی نے دین میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کی اور روس کے حامی مسلم افراد پر مشتمل افراد کے گروہ کی تشکیل کا کام شروع کردیا۔ انھیں شریعت میں تجدید پر زور دینے کے لئے کہا گیا۔ خاصی تعداد میں مسلم علماء اس جال میں پھنس گئے۔ چنانچہ ۱۹۲۳ء میں ستر سے زیادہ علماء اور شیوخ کے ایک اجتماع نے کاخیب کے مقام پر لینن اور سٹالن کی وفاداری

کا پیغام بھجوایا یہ پیغام عربی زبان میں تھا۔

"لینن اور سٹالن کے لئے۔ داغستان کے ٦٧ علماء اور شیوخ تجھے مرحبا کہتے ہیں۔ مزدوروں اور کسانوں کی بڑی فوج کے رہنما ہم تیری کامیابی پر اعتماد رکھتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ تمہاری مدد سے اسلام کو عروج حاصل ہوگا۔ اپنے دیہاتوں کے غریب عوام کی جانب سے ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہم آپ کی فوج کی مدد کریں گے۔" منجانب اجتماع علماء و شیوخ۔

ان سادہ لوح علماء کو جلد ہی علم ہوگیا کہ سویٹ حکومت کے تمام وعدہ جھوٹے تھے۔ جوں ہی سویٹ اقتدار مستحکم ہوا، داغستان کی کمیونسٹ پارٹی نے اسلام کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔ شریعت کے احکام کی کمیٹی توڑ دی گئی۔ ١٩٢٥-٢٦ء میں موت، پیدائش اور نکاح پڑھانے کے تمام تر اختیارات قاضیوں سے لے کر روسی انتظامیہ کے سپرد کردئیے گئے۔ تمام مدرسے اور مذہبی اسکول بند کروا دئے گئے۔

ان تمام بیرونی اقدامات کے باوجود داغستان کے عوام کے دلوں سے اسلام کو مٹایا نہیں جا سکا تھا۔ کمیونسٹ پارٹی کے افراد میں بھی اسلام کا خوب چرچا تھا۔ ١٩٣٠ء تک کمیونسٹوں کے اسی فیصد افراد دینی شعائر کی پابندی کیا کرتے تھے۔ پارٹی کے اعلیٰ سطح کے منتظم افراد تک مذہبی فرائض کی ادائیگی کیا کرتے تھے تاکہ عوام کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے۔

سمر سکی داغستان کی انتظامی کمیٹی کا چیرمین اور کمیونسٹ پارٹی کی داغستان کمیٹی کا سکریٹری تھا۔ اس نے ١٩٣٥ء میں اس بات کا اعتراف کیا کہ ابھی تک مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اپنے عقائد پر پختہ یقین رکھتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ علماء کا اثر و رسوخ خاصی حد تک کم ہوچکا ہے اور نئی نسل میں قاضی اور ملا پیدا نہیں ہو رہے لیکن پھر بھی اسلام

کے شعائر کی پابندی مسلسل کی جا رہی ہے۔

سمرسکی جس نے داغستان میں اسلام کو ختم کرنے کی بے انتہا کوشش کی تھی خود سویٹ حکمرانوں کے زیر عتاب آگیا۔ ۱۹۳۷ء میں اسے ''عوام دشمن،، قرار دے کر مروا ڈالا گیا۔ اس کے خلاف یہ الزام تھا کہ اس نے اپنے دور حکومت میں ملاؤں کو آزادی دے رکھی تھی کہ وہ لوگوں کو شریعت کے احکام کی پابندی کی طرف دعوت دیتے رہیں اور روس کے خلاف لٹریچر بانٹتے رہیں۔ سمر سکی بجا طور پر کہہ سکتا تھا۔

لو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے۔
یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں۔

جس حکومت کی خاطر سمر سکی نے اپنی قوم اور اپنے دین سے غداری کی تھی اسی حکومت نے بالآخر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

سمر سکی کی موت کے بعد روسیوں کے خلاف مزاحمت جاری رہی۔ داغستانی قصبہ بناکسک ، باکو، تاشقند اور اوفیا سویٹ یونین میں اسلام کے چار بڑے مراکز تھے۔ نہ صرف یہ کہ سویٹ حکومت مذہب کے خلاف اپنی مہم میں ناکام رہی بلکہ اسے ان روایات کو ختم کرنے میں بھی ناکامی رہی جو امام شامل رح کی تاریخی شخصیت کے گرد تعمیر ہوئی تھیں۔ امام رح زار کے خلاف ۱۸۳۴ء سے ۱۸۵۹ء تک لڑتے رہے تھے اور ان کی شخصیت کی گہری چھاپ پہاڑوں کی ایک ایک چٹان پر اب بھی موجود تھی۔ داغستان میں ان کی حیثیت اسقدر مسلم تھی اور ان کی یاد لوگوں کے دلوں میں اسقدر گہری تھی کہ سویٹ حکومت کو بھی اس کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا کہ وہ انہیں ایک ہیرو کا درجہ دے۔ تقریباً تیس سال تک روسی مورخین اس کوشش میں مصروف رہے کہ وہ امام شامل رح کے کارناموں کی اشتراکی توجیہہ پیش کریں اور انہیں اشتراکی پس منظر میں بیان کریں۔ بعض مورخین اس حد تک چلے گئے کہ

انہیں کمیونزم کا پیش رو تک قرار دے بیٹھے۔ اس بات پر تو سب متفق تھے کہ وہ ایک ترقی پسند قومیت کی تحریک لے کر اٹھے تھے۔ سویٹ سکولوں میں تمام تاریخ کی کتابوں میں امام شامل رحؒ کو ایک بہادر اور قابل فوجی رہنما منتظم، اور مقامی جاگیرداری کا مخالف قرار دیا گیا تھا۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد روسی لیڈر اس بات پر زیادہ زور دینے لگے کہ امام شامل رحؒ کے بارے میں فیاضانہ نقطۂ نظر درست نہیں تھا۔ روس کے خلاف داغستانی قومیت کو قطعی طور پر ختم کر دینا چاہیئے۔ ۱۹۴۷ء میں مورخین کی ایک کانفرنس بلائی گئی تاکہ امام شامل رحؒ کے مسئلہ پر مزید گفتگو کی جائے۔ مورخین کی اکثریت نے تاریخ میں امام شامل رحؒ کے بیان کردہ کردار کو بدلنا ممکن نہ سمجھا۔ کمیونسٹ پارٹی مورخین کی اس کانفرنس کے نقطۂ نظر سے متفق نہ تھی لیکن پھر بھی ۱۹۵۰ء تک امام شامل رحؒ کی شخصیت کو مطعون نہیں کیا گیا۔ اس سال آذربائیجان کی پارٹی کے سکریٹری بگروف اور داغستان میں دانیالوف نے الگ الگ بیانات میں امام شامل رحؒ کو قومی ہیرو قرار دینے کے بجائے ترکی اور برطانیہ کے سامراج کا ایجنٹ قرار دیا کیونکہ انہوں نے داغستان کو روس کا حصہ بننے نہیں دیا تھا اس لئے وہ ”عوام دشمن“ ٹھہرے۔ تخیشیا میں اس نئی مہم کے اثرات زیادہ نہیں ہوئے کیونکہ اس تمام علاقے کو پہلے ھی بانٹا جا چکا تھا لیکن آذربائیجان میں جہاں کہ امام رحؒ کی جدوجہد خاصی مقبول تھی اس کے بارے میں رد عمل ھوا۔ آذربائیجان میں مختلف مورخین اور مصنفین نے امام رحؒ کو خراج عقیدت پیش کیا تھا اور اس علاقے میں امام رحؒ کی مقبولیت اس نئی مہم کی اسباب میں سے ایک تھی۔ آذربائیجان کے ایک عالم گیدرگسینوف نے ”آذربائیجان میں انیسویں صدی میں سماجی اور فلسفیانہ افکار کی تاریخ“ کے عنوان سے ایک کتاب لکھی یہ کتاب بڑی تحقیق اور محنت کا حاصل تھی اور مارچ ۱۹۵۰ء میں اسے سٹالن پرائز بھی دیا گیا لیکن صرف دو ماہ بعد روس

کی کونسل آف منسٹرز نے یہ انعام واپس لے لیا اور اس کی بنیادی وجہ یہ بتائی گئی کہ اس میں امام شامل رحہ اور ان کی تحریک کے بارے میں تعریفی جملے لکھے گئے تھے۔ آذربائیجان کی اکیڈمی آف سائنسز کو بھی برا بھلا کہا گیا کہ اس نے اس کتاب کو سٹالن پرائز کے لئے کیوں منتخب کیا تھا۔

زبان کا مسئلہ۔

داغستان میں رہنے والے مسلمانوں میں دین سے والہانہ عقیدت اور علماء اور مشائخ کے گہرے اثر و رسوخ کی وجہ سے عربی کو ان کی مشترکہ زبان کا درجہ حاصل تھا۔ اس میں شک نہیں کہ داغستان میں بے شمار زبانیں بولی جاتی تھیں لیکن قرآن حکیم کی زبان عربی ذریعہ تعلیم تھی اور اس وجہ سے قبائل ایک دوسرے سے اسی زبان میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ اس زبان کے اشتراک نے ان میں الگ الگ قبیلوں سے متعلق ہونے کے احساس کو بہت بڑی حد تک ختم کردیا تھا۔

مقاسی زبانوں میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان آور کل علاقے کے ٢٢ فیصد عوام بولتے تھے۔ اس زبان کو عربی کے بعد سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ امام شامل رحہ اور تحریک مریدیت کے رہنما آور قبیلہ سے متعلق تھے۔ ان کی تعداد ایک لاکھ اٹھاون ہزار تھی۔ داغستان کے دوسرے اہم قبائل کی تعداد یہ تھی قوموخ پچانوے ہزار، دارغینی ایک لاکھ سات ہزار، لسغینی ایک لاکھ اور لاکینی چالیس ہزار۔

مقاسی کمیونسٹ پارٹی کے ارکان داغستان کی مقاسی زبانوں میں تعلیم دینے کے مخالف تھے۔ ان کا خیال تھا کہ عربی کی جگہ کسی اور زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے۔ عربی زبان داغستان کے دینی جذبات کی آئینہ‌دار تھی اور جب تک یہ زبان ختم نہ کی جاتی یہاں کی دینی روایات کو ختم نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ آیا روسی زبان کو رائج کیا جائے یا ترکی

زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے۔ روسی زبان کو رائج کرنے میں زار تک کو ناکامی ہوئی تھی۔ اس لئے یہ مناسب سمجھا گیا کہ ترکی زبان کو رائج کیا جائے۔ ترکی زبان کو ذریعہ تعلیم بنانا اس لئے بھی آسان تھا کہ یہ ملحدوں کی زبان نہیں تھی بلکہ ترکی کے مسلمانوں کی زبان تھی۔ داغستان کے مجاھدین یوں بھی ترکوں سے برادرانہ مراسم رکھتے تھے۔ امام شامل رح اور ان کے پیروکاروں کی ایک بڑی تعداد سلطنت عثمانیہ میں جا بسی تھی۔ آج بھی امام شامل رح کے اخلاف ترکی میں آباد ھیں۔ پھر قوسوخ قبیلہ کے افراد بھی ترکی النسل واقع ہوئے تھے۔ پھر روسیوں کا یہ خیال بھی تھا کہ اگر داغستان میں ترکی زبان کو رائج کر دیا گیا تو یہ علاقہ مشرقی علاقوں میں اھم کردار ادا کرسکے گا۔ ان کا خیال تھا کہ داغستان مشرق قریب میں اشتراکی نظریات کے فروغ کے لئے اھم کردار ادا کر سکے گا۔ سمر سکی نے بھی ایک رپورٹ میں یہ لکھا تھا کہ اس طرح داغستان ترکی زبان بولنے والے علاقوں میں انقلاب کی لہر پیدا کرنے میں معاون ثابت ھو سکے گا۔

سمر سکی اور اس کے رفقائے کار کے تمام اندازے غلط ثابت ہوئے۔ انہیں یہ اچھی طرح معلوم ھوگیا کہ داغستان اسلام کا مضبوط قلعہ ھے اور دوسرے علاقوں میں ترکی زبان کے ذریعہ انقلابی خیالات پہنچانا تو درکنار خود داغستان بھی ان نظریات کو قبول کرنے پر کبھی آمادہ نہیں ھو سکے گا۔ ترکی زبان رائج نہیں ھو سکی اور داغستان کی کمیونسٹ پارٹی کے ارکان کی تعداد ۱۹۲۷ء میں صرف چھ سو اکاون تھی۔ وہ اپنے یہاں کے لوگوں کو بھی کمیونزم کا قائل نہیں کرسکے تھے کجا یہ کہ وہ ان نظریات کا پرچار کرسکتے۔ ۱۹۲۷-۲۸ء میں ایک کمیشن مقرر کیا گیا جس نے زبان کے مسائل کا جائزہ لیا اور یہ فیصلہ کیا کہ مقامی زبانوں کی طرف زیادہ توجہ دی جائے۔ ان سفارشات کی بنیاد پر آٹھ زبانوں میں ابتدائی تعلیم دینے کا منصوبہ بنایا گیا۔ ان تمام زبانوں میں بنیادی سیاسی اصطلاحات کی تدوین کی گئی۔ وہ زبانیں

جن میں تعلیم دی جاتی تھی یہ تھیں ۔ آور، دارغینی، لسخین، لاکینی، قوسوخ، تباسرانی، نوگائی‌تاتار اور تاتی ۔ بعد میں نوگائی تاتار اور تاتی زبانوں میں تعلیم کا سلسلہ بند کردیا گیا ۔

زبانوں کے اس نئے انتظام کے بعد بھی ترکی اور رومی زبان ھی اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ بنی رھیں ۔ بالآخر ترکی اور عربی زبان کی جگہ روسی زبان نے لے لی ۔ ۱۹۳۰ء میں ایک سرکاری بیان میں یہ کہا گیا ''ترکی زبان کو عربی زبان کی جگہ اس لئے لایا گیا تھا کہ عوام کی توجہ عربی سے ھٹ جائے ۔ ترکی زبان اپنا یہ مقصد پورا کرچکی تھی ،، روسیوں نے داغستانیوں کو عربی زبان کی مرکزیت سے الگ کرنے کا جو منصوبہ بنایا تھا وہ ترکی زبان کے ذریعے پورا ھوچکا تھا ۔ انگریزوں نے برصغیر میں انگریزی کو وسیلۂ ظفر بنایا تھا اور پڑھے لکھے افراد میں شوق سول سروس پیدا کر کے ان کو اس زبان کی طرف متوجہ کیا تھا لیکن روسیوں کی تمام تر کوششوں کے باوجود داغستان میں سرکاری ملازمتوں کے میدان میں ۲۰ فیصد سے زیادہ افراد جذب نہیں کئے جاسکے ۔ داغستان کے دو بڑے شہروں تمیر خان شورا اور پیٹروسک میں ۶۰ فیصد سے زیادہ آبادی روسیوں اور دیگر غیر مقامی افراد کی تھی ۔ کوھستانوں میں رھنے والے آزاد منش مجاھد ان شہروں میں ملازمتوں اور سرکاری عہدوں کے لالچ کے باوجود آنے کے لئے تیار نہ ھو سکے ۔ وہ آج بھی پہاڑوں میں اپنی دیرینہ روایات پر عمل پیرا ھیں ۔

داغستانی ادب

داغستان کے ادب کا معاملہ بھی زبان کے مسئلے کی طرح خاصا پیچیدہ ھے ۔ روسی تہذیب کے وھاں پھلنے پھولنے کے امکانات چاھے کسی نوعیت کے ھوں، داغستان کی تہذیبی قدریں اور ادبی روایات عربی ادب کی روایات سے اسدرجہ ھم آھنگ ھیں کہ ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا انتہائی دشوار ھے ۔ روسی

داغستان کے قدیم ادب کو چاھے داغستانی ادب کے نام سے یاد کریں یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ھے کہ یہ ادب بنیادی طور پر عربی ادب ھے۔ اس ادب پر اسلام کی روایات کی گہری چھاپ ھے۔ داغستان کے قومی شاعر غمزات ثادس (۱۸۷۴ - ۱۹۰۱) کی شاعری عربی سے مستعار ھے۔ عربی زبان میں کتابوں کا ذخیرہ ثادس کی سب سے قیمتی متاع تھی۔ اس میں شک نہیں کہ اس نے سٹالن کی تعریف میں بھی قصیدے لکھے لیکن ھمیں یہ نہیں بھولنا چاھئے کہ روسی صرف اسی شاعر کو سرکاری اھمیت دینے کے لئے تیار ھوئے ھوں گے جس نے ان کی مدح سرائی کی ھوگی۔ داغستان کا سب سے بڑا شاعر سلیمان سٹالسکی (۱۸۶۹ - ۱۹۳۷) گذرا ھے۔ اس نے روس کے کاکیشیا پر حملوں کے خلاف بہت سی نظمیں کہیں ھیں لیکن ان کا بہت کم حوالہ دیا جاتا ھے۔

آج بھی ان پہاڑوں میں جب کوھستانی اکھٹے مل بیٹھتے ھیں تو وہ روسیوں کے خلاف اپنی عظیم جدو جہد کی داستانوں کو شعر کی زبان میں سن کر ان دنوں کو یاد کرتے ھیں ۔ امام شامل رح کے لکھے ھوئے رجز جو ان کے مجاھدین میدان جنگ میں پڑھتے تھے آج بھی پڑھے جاتے ھیں ۔ ان رجزوں میں مجاھدین کے دلوں میں جذبہ جہاد پیدا کرنے والے اشعار تھے۔ آج بھی امام شامل رح کے کارنامے ان کا لہو گرماتے ھیں ۔ داغستان کے بارے میں باھر کی دنیا بہت کم جانتی ھے لیکن تاریخ کی گرد آلود الماریوں میں ان کے عظیم کارنامے محفوظ پڑے ھیں۔ شاید کہ کوئی سر پھرا مورخ ایک بار پھر انھیں سہل انگیز قارئین کے سامنے لے آئے۔

کتابیات

1. Russian Conquest of Caucasus by John. F. Baddely, London, 1908.
2. Encylopaedia Britanicca. Vol. 5. P. 57-58.
3. Russia and Her Colonies by Walter Kolarz, London, 1952.

4. Sabres of Paradise by lesley Blanch, London, 1961
5. Minorities in the Arab World By A. Hourani Oxford 1947
6. Through the Caucasus to the Volga By Nansen. London 1931
7. On the History of the Bolshevic Organzation of Transcowcasia London 1939
8. A Vagabond in the Caucasus by S. graham.
9. Lands and People Vol III.
10. A Hero of our Times by lernentor.
11. The Death of Ivan Ilach and Haji Morad, By Tolstoy.
12. سید احمد شہیدرح از غلام رسول مہر